Al-Behishat Research Archive
ISSN Online: 3006-5224
ISSN Print: 3006-5216
Publisher: Al-Behishat Education & Research Institute
Journal Frequency: BI-Annual

PROSE EXPRESSION IN MODERN URDU POETRY: CREATION OR SKEPTICISM?

جدید اردو نظم میں نثری اظہار : تخلیق یا تشکیک؟

ڈاکٹر اسد محمود خان
ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ اردو منہاج یونیورسٹی، لاہور. assadphdir@gmail.com

Al-Behishat Research Archive

https://al-behishat.rjmss.com/index.php/20/about

Abstrcat

The evolution of modern Urdu poetry has witnessed a dynamic shift through the incorporation of prose expression within its framework. This study critically examines the role of prose-like elements in modern Urdu Nazm, exploring whether they reflect a creative expansion or a skeptical deviation from traditional poetics. The emergence of free verse and prose poetry (nasri nazm) challenged established metrical and rhythmic norms, leading to debates about the nature and legitimacy of such poetic expressions. By analyzing representative works of prominent poets like N.M. Rashed, Meeraji, and Afzal Ahmed Syed, the paper investigates the interplay between narrative form, poetic consciousness, and aesthetic experimentation. The research argues that prose expression in modern Urdu Nazm is not merely a stylistic choice but a conscious creative act responding to shifting socio-cultural and philosophical paradigms. While some critics see this development as a rupture, others regard it as a necessary innovation, aligning poetry with modern sensibilities. The study situates this discourse within broader literary, psychological, and philosophical contexts to assess whether prose expression represents a new form of poetic creation or an existential questioning of the poetic form itself.

Key Words: Modern Urdu Nazm, Prose Expression, Creativity, Poetic Skepticism, Free Verse, Literary Evolution, Aesthetic Form

(مُلَخَّص)

جدید اردو نظم نے اپنی فکری اور فنی ترقی کے دوران نثری اظہار کو بطور تجربہ اختیار کیا، جس نے نظم کی روایتی ہیئت اور جمالیاتی اصولوں کو چیلنج کیا۔یہ تحقیق اس بات کا جائزہ لیتی ہے کہ آیا نثری اظہار جدید نظم میں تخلیقی وسعت کا غماز ہے یا شعری روایت سے انحراف کا شاخسانہ؟ آزاد نظم اور نثری نظم جیسے رجحانات نے وزن و بحر کے مروجہ اصولوں سے انحراف کرتے ہوئے ایک نئ شعری زبان تخلیق کی، جس پر اہلِ نقد و نظر میں بحث کا سلسلہ شروع ہوا۔ن م راشد، میراجی اور افضال احمد سید جیسے شعرا کی نظموں کے تجزیے کے ذریعے اس مطالعے میں یہ جاننے کی کوشش کی گئ ہے کہ نثری اظہار محض اسلوبی تبدیلی نہیں بلکہ ایک شعوری تخلیقی فیصلہ ہے جو بدلتے ہوئے سماجی، فکری اور جمالیاتی حوالوں سے جڑا ہوا ہے۔اگرچہ بعض نقاد اسے نظم کی روایت سے

بغاوت تصور کرتے ہیں، لیکن کئی اسے جدید انسانی شعور کی ترجمانی کا لازمی مرحلہ سمجھتے ہیں۔ یہ مطالعہ اردو نظم میں نثری اظہار کو تخلیق اور تشکیک کے مابین فکری کشمکش کے طور پر دیکھتا ہے۔

کلیدی الفاظ : جدید اردو نظم، نثری اظہار، تخلیق، تشکیک، آزاد نظم، جمالیاتی تجربہ، شعری ارتقا

جدید اردو نظم میں نثری اظہار: تخلیق یا تشکیک؟

(1)

ادب، بالخصوص شعری ادب، انسانی شعور، احساس، وجدان اور تخیل کا وہ تخلیقی مظہر ہے جو نہ صرف زمان و مکان کی حدود کو عبور کرتا ہے بلکہ انسانی وجود کے باطن میں پنہاں گہرائیوں کو آواز بخشنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ یہ وہ لطیف اور پیچیدہ اظہار ہے جو محض خارجی مشاہدے یا واقعات کی منظر کشی نہیں بلکہ ایک ایسے باطنی سفر کی روداد ہے جہاں شعور اور لاشعور کی باہمی آمیزش ایک نیا فکری اور جمالیاتی کائنات تشکیل دیتی ہے۔ یہی آمیزش تخلیق کو محض اظہار سے بلند کر کے ایک معنوی تجربہ، فکری جست اور جمالیاتی وجدان کی صورت میں پیش کرتی ہے۔ شعور کی حقیقت جب لاشعوری وجدان کے ساتھ ہم آہنگ ہوتی ہے تو تخلیق کی وہ جوت روشن ہوتی ہے جو نہ صرف فنکار کو نئی راہوں کی جانب لے جاتی ہے بلکہ قاری کو بھی محسوسات اور معانی کی نئی جہات سے آشنا کرتی ہے۔ تخلیقی عمل کی یہ کیمیاگری اس وقت وقوع پذیر ہوتی ہے جب خیال، روایت کی گرفت سے آزاد ہو کر حقیقت کے نئے سانچوں میں ڈھلتا ہے اور اظہار کی وہ صورت پیدا کرتا ہے جو روایت کے جامد سانچوں سے انکار کرتے ہوئے خود اپنی ایک الگ شناخت قائم کرتی ہے۔ تخلیق محض لفظوں کی ترتیب یا نظم کی ہیئت تک محدود نہیں ہوتی بلکہ اس کے پس پشت ایک باطن آفرین قوت کارفرما ہوتی ہے جو انسانی فکر کو گہرائی اور وسعت عطا کرتی ہے۔ جب فنکار لاشعوری محرکات کو شعوری سطح پر گرفت میں لاتا ہے تو اس کا تخلیقی عمل ایک نئے فکری زاویے کو جنم دیتا ہے۔ یہی وہ لمحہ ہوتا ہے جب ادب اپنی معمولی سرحدوں کو عبور کر کے تخیل کی پرواز اختیار کرتا ہے۔ یہی پرواز اس کو عمومی اظہار سے ممتاز کرتی ہے، اور یہی عمل اس کو فنی طور پر معتبر اور فکری طور پر بلند مرتبہ بناتا ہے۔ راحیل فاروق(1)، "تخلیقِ فن: ایک نامیاتی نظریہ" میں لکھتے ہیں:

> " تخلیق کا عمل ایک جذباتی کیفیت اور تبدیلی کا تجربہ ہے، جس کے نتیجے میں اس کا تجزیہ کرنا یا دوبارہ حاصل کرنا انتہائی مشکل ہو جاتا ہے۔ اس تجربے کی نوعیت یا حالت کو سمجھنے کی کوششوں کا نتیجہ اکثر ہمارے ذہنوں میں ایک مبہم اور کبھی کبھار غلط تصویر کشی کا باعث بنتا ہے، حالانکہ اس رجحان کا بنیادی مادہ اس لمحے بھی غیر واضح ہوتا ہے۔"

ادب کی تاریخ ایسے لمحات سے بھری پڑی ہے جب روایتی اسالیب پر سوال اٹھائے گئے، اور نئی جمالیاتی راہیں اختیار کی گئیں۔ شعری ادب، چونکہ سب سے زیادہ داخلی تجربے کا آئینہ دار ہوتا ہے، اس لیے اس میں جدت اور تجربے کی گنجائش بھی زیادہ ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید شعری اظہاریہ میں نثری عناصر کا ابھار محض اسلوبی تبدیلی نہیں بلکہ ایک گہرے فکری اور تخلیقی تغیر کا پتہ دیتا ہے۔ یہ تبدیلی اس وقت واضح طور پر محسوس ہوتی ہے جب شاعر اظہار کی مروجہ حدود سے آگے بڑھ کر اپنے داخلی اضطراب، وجودی سوالات، اور سماجی شعور کو ایک نئی زبان میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے۔ یوں شعری تخلیق کا عمل اس وقت مکمل ہوتا ہے جب شعور کی بیداری، لاشعور کی رمزیت، اور اظہار کی تازگی ایک وحدت کی صورت اختیار کرتی ہے۔ یہی آمیزش تخلیق کو محض لفظوں کی ترتیب نہیں رہنے دیتی، بلکہ اسے ایک فکری تجربہ، ایک جمالیاتی اظہار اور ایک وجودی سچائی میں ڈھال دیتی ہے۔ ایسے میں تخلیق روایات کی محض پیروی نہیں کرتی بلکہ ایک نئی شعری سمت متعین کرتی ہے، جو آئندہ کے تخلیقی امکانات کے لیے بنیاد فراہم کرتی ہے۔

سوئس ماہر نفسیات اور تجزیہ نگار کارل گستو جنگ(Carl Gustav Jung)(2)لکھتے ہیں:

"اجتماعی لاشعور خیالات کی پیدائش کا باعث نہیں بنتا بلکہ خود خیالات کے داخلی امکانات اجاگر کرتا ہے۔
اسی سے فینٹسی کی بلند پروازی کی حدود بھی معین ہوتی ہیں۔"

شعری ادب میں جب اظہار کا دھارا نئی راہوں کی طرف مڑتا ہے تو یہ محض موضوع یا اسلوب کی تبدیلی نہیں ہوتی بلکہ ایک تخلیقی اور فکری انقلاب کی پیش خیمہ ہوتی ہے۔ اردو شاعری میں "نثری اظہار" اسی انقلابی رویّے کی علامت بن کر ابھرا ہے، جس نے روایتی نظم کی پابندیوں، عروضی ساخت، اور لسانی ترتیب کو ایک نئی فکری سمت میں موڑ دیا۔ نثم (نثری نظم) کا وجود اسی سوال سے جنم لیتا ہے کہ کیا شعری اظہار کو لازماً وزن و بحر کا پابند ہونا چاہیے؟ یا یہ اظہار ایک ایسی فطری روانی میں بھی ممکن ہے جو نثر کے قریب ہو کر بھی شعری فضا کو قائم رکھے؟ یہاں "تشکیلِ اشتقاق" کا مفہوم نہایت اہم ہو جاتا ہے۔ اشتقاق، لغوی معنوں میں کسی شے سے کسی اور شے کا نکلنا یا بننا ہے، اور ادبی سیاق میں اس کا مطلب ایک نئی صنف، اسلوب، یا اظہار کی شکل کا پرانی روایت سے انشقاق یا انحراف کے ذریعے پیدا ہونا ہے۔ نثری نظم کو اسی تشکیلِ اشتقاق کا ایک تخلیقی تجربہ قرار دیا جا سکتا ہے، جس میں نظم کی روایت سے ایک نیا فکری و لسانی تجربہ پھوٹتا ہے۔ اس تجربے میں شاعر روایت سے متاثر تو ہوتا ہے، مگر اس سے مشروط نہیں۔ وہ اپنی داخلی کیفیات اور خارجی مشاہدات کو ایسے اظہار میں ڈھالتا ہے جو نثری ساخت میں ہونے کے باوجود اپنی شعری روح اور جمالیاتی حرارت کو برقرار رکھتا ہے۔ رئیس فروغ(3) لکھتے ہیں:

"وزن اور قافیے سے فطری اور ہمہ گیر ربط کے باوجود ہر علاقے میں وزن اور قافیے کا تصور یکساں نہیں ہے،
بلکہ وزن کے اجزاء اور قافیے کی شرائط کے سلسلے میں ہر قوم کے اپنے اپنے تصورات اور نظریات میں اسی
وجہ سے ہر زبان کی شاعری کے اصول و قواعد الگ اور مختلف ہیں۔"

نثری اظہار کو بعض ناقدین نے نظم کی روح کے منافی قرار دیا، مگر حقیقت یہ ہے کہ تخلیق جب اپنے زمانے کے وجودی، فکری اور سماجی تناظر سے ہم آہنگ ہوتی ہے تو وہ اظہار کے نئے سانچے خود تخلیق کر لیتی ہے۔ جدید انسان، جو منتشر شعور، تیز رفتار زندگی، اور بے یقینی کے احساس کا شکار ہے، اس کے لیے نثری نظم ایک ایسا ذریعہ بن جاتی ہے جو اس کی افتادہ حالتِ فکر اور احساس کی پیچیدگیوں کو بیان کرنے کی مکمل صلاحیت رکھتی ہے۔ اس نثری اظہار یہ میں جہاں تشکیلِ اشتقاق اپنی مکمل معنویت کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے، وہیں شاعر کی فکری خود مختاری، اس کے انفرادی اسلوب، اور اس کی تخلیقی وجدان کی کار فرمائی بھی قابلِ توجہ ہو جاتی ہے۔ اس میں نہ صرف نئی لفظیات سامنے آتی ہے بلکہ نئی ساخت، نیا تاثر، اور ایک نئی شعری فضا بھی تشکیل پاتی ہے۔ اس بنا پر نثری نظم کو نہ صرف تخلیقی تجربہ کہنا بجا ہے بلکہ اسے تشکیلِ اشتقاق کا ایک زندہ اور متحرک نمونہ بھی تسلیم کیا جانا چاہیے۔ انیس ناگی(4) نے ''نثری نظم اور بے ہیئتی'' میں اسی جانب اشارہ دیا اور لکھا:

"نثری نظم، شاعری میں بے ہیئتی کا تخلیقی تجربہ ہے۔ بے ہیئتی، ہیت کے کسی نہ کسی تصور کے وجود کو
فرض کر کے اس سے جدا ہو جاتی ہے جو کچھ کسی ایک مخصوص دائرے سے باہر ہے، وہ بے ہیئت ہے، وہ
منتشر ہے اور جو کچھ منتشر ہے، وہ بھی انتشار کی ترتیب سے عاری ہے۔ ذہنِ انسانی کے ارتقاء کی داستان
سے ہمیں یہ نشان ملتا ہے کہ اس کی کارکردگی، احساساتی اور فکری ہیئتوں میں نمایاں ہوتی رہی ہے۔
ہیئت ترتیب ہے جس سے رہا ہونا ممکن نہیں ہے۔"

لفظ محض آواز کا نام نہیں، بلکہ ایک مکمل کائنات اپنے اندر سموئے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ اپنے اندر معانی، کیفیات، تخیلات اور محسوسات کی ایسی تہیں رکھتا ہے جو قاری کے فہم، شعور اور وجدان سے متصادم ہو کر ایک نئی معنویت کو جنم دیتی ہیں۔ تخلیق کا آغاز اکثر ایک لفظ سے ہوتا ہے، اور وہی ایک لفظ خیال کا مرکز، جذبے کا مظہر، اور شعور کا مظہر بن کر ابھرتا ہے۔ ادب، خصوصاً شعری ادب، انہی لفظوں سے جنم لیتا ہے، جو شاعر کے لاشعور سے ابھرتے ہیں اور قاری کے شعور کو بیدار کرتے ہیں۔ اس تناظر میں پرسی بش شیلی(Percy Bysshe Shelley)(5) کی ایک نہایت بصیرت افروز رائے تخلیقی عمل کی گہرائی کو واضح کرتی ہے، وہ لکھتا ہے:

"ایک جملہ، اگرچہ وہ بظاہر منتشر خیالات کی ایک کڑی میں موجود ہو، تب بھی اسے ایک مکمل وحدت کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے؛ حتیٰ کہ ایک واحد لفظ بھی ایسا شرارہ ہو سکتا ہے جو کبھی نہ بجھنے والے خیال کی چنگاری بن جائے۔"

اردو نظم کے ارتقائی سفر میں نثری نظم کا ظہور ایک اہم فکری اور تخلیقی موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ محض ہیئت کی تبدیلی نہیں، بلکہ اس کے پسِ پشت ایک گہرا جمالیاتی، لسانی اور فکری محرک کارفرما ہے۔ روایتی شاعری میں مصرع اور بحر کی ساخت نے ہمیشہ لفظ کو ایک مخصوص نظام کے تابع رکھا ہے۔ اس روایت میں لفظ کی تخلیقی اہمیت اکثر عروضی تقاضوں کی تکمیل میں دب کر رہ جاتی ہے۔ شاعر کے پاس محدود گنجائش ہوتی ہے کہ وہ لفظ کے صوتی یا معنوی امکانات کو اپنی مکمل گہرائی کے ساتھ برت سکے، کیونکہ لفظ کو بحر یا قافیہ کے سانچے میں ڈھالنا اس کی اولین مجبوری بن جاتی ہے۔ نثری نظم کے ظہور کے ساتھ اردو شاعری کو ایک نئی راہ ملی، جہاں شاعر لفظ کو مرکز میں رکھ کر اظہار کے وسیع امکانات پیدا کرنے لگا۔ نثری نظم میں اظہار کی ترتیب وزن یا قافیہ کی پابندی سے آزاد ہو جاتی ہے اور اس آزادی کے نتیجے میں تخلیق ایک فطری بہاؤ اختیار کر لیتی ہے۔ اس بہاؤ میں لفظ صرف ایک شعری اکائی نہیں رہتا، بلکہ مکمل تخلیقی وحدت میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ یوں نثری نظم لفظ کے وقار، اس کی معنوی اور صوتی جہتوں، اور اس کی داخلی توانائی کو اجاگر کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ نثری نظم کی سب سے نمایاں خصوصیت یہی ہے کہ وہ شاعر کو اظہار کی مکمل آزادی فراہم کرتی ہے۔ اس آزادی کا مطلب انارکی نہیں بلکہ تخلیقی خود مختاری ہے۔ شاعر جب اپنے محسوسات، خیالات اور کیفیات کو بغیر عروضی بندشوں کے پیش کرتا ہے تو وہ نہ صرف خود سے ہمکلام ہوتا ہے بلکہ قاری کے اندر بھی ایک گہری فکری حرکت پیدا کرتا ہے۔ اس مکالمے میں لفظ ایک زندہ اکائی کی صورت اختیار کرتا ہے، جو نظم کے ہر حصے میں اپنی جگہ اور اہمیت خود متعین کرتا ہے۔ اس اعتبار سے نثری نظم محض تشکیلِ اشتقاق کا فنی تجربہ نہیں، بلکہ ایک مربوط فکری تحریک بھی ہے، جو اردو ادب کو نئی نظریاتی بنیادیں فراہم کرتی ہے۔ یہ تحریک اس بات کی مظہر ہے کہ شاعری صرف روایتی ہیئت کی پابند نہیں بلکہ وہ کسی بھی اظہار میں شعری جمالیات کو قائم رکھ سکتی ہے، بشرطیکہ اس کے اندر صداقت، احساس، اور فنکارانہ نزاکت موجود ہو۔ نثری نظم نے اردو ادب میں اس نظریے کو نہ صرف متعارف کرایا بلکہ اس کے فنی امکانات کو عملاً ثابت بھی کیا۔ یوں نثری نظم کا فکری و فنی وجود، اردو شاعری کے روایتی نظام سے بغاوت کے ساتھ ساتھ ایک نئے تخلیقی شعور کی تشکیل بھی ہے۔ یہ نہ صرف لفظ کو آزادی دیتا ہے بلکہ شاعر کو ایک ایسی تخلیقی دنیا میں لے جاتا ہے جہاں وہ روایت سے مکالمہ کرتے ہوئے نئی جہتیں تلاش کرتا ہے۔ یہ سفر صرف انکار کا نہیں بلکہ تعمیر اور جستجو کا سفر ہے، جو اردو ادب کو ایک نئے فکری اُفق سے آشنا کرتا ہے۔

(2)

ادبی تخلیق کی کسی بھی نئی صورت کو قبولیت حاصل کرنے کے لیے محض فنی جواز کافی نہیں ہوتا، بلکہ اسے نظریاتی بنیاد، تنقیدی تسلسل، اور ادبی روایت کے ساتھ ایک بامعنی مکالمہ بھی درکار ہوتا ہے۔ اردو نظم میں "نثم" یا نثری نظم کی حیثیت اسی تناظر میں زیرِ بحث رہی ہے۔ سوال یہ نہیں ہے کہ نثری نظم نے عروضی پابندیوں سے انحراف کیا، بلکہ یہ ہے کہ کیا اس نے اپنی انفرادیت، فنی ساخت، اور نظریاتی بنیادوں پر اردو ادب میں اپنا ایک باقاعدہ اور مستحکم وجود منوالیا ہے؟ نثری نظم کی ابتدا اردو نظم کے روایتی ڈھانچے سے انحراف کے طور پر ہوئی۔ اس صنف نے روایت سے ہٹ کر نئی زبان، نیا آہنگ، اور نیا اسلوب متعارف کرایا۔ اس عمل نے جہاں کچھ قارئین اور ادباء کو متاثر کیا، وہیں ایک مضبوط تنقیدی ردِ عمل بھی پیدا ہوا۔ خاص طور پر نظم کے عروضی سانچوں سے الگ ہونے کو بعض ناقدین نے نظم کے بنیادی فکری تسلسل سے انکار کے طور پر دیکھا۔ نتیجتاً نثری نظم کی ابتدا میں اس کا وجودی سوال ہی مرکزِ بحث رہا؛ اس کی فنی اور ادبی قدر کا تعین ثانوی حیثیت رکھتا رہا۔ تاہم تخلیق، جب رائج بندھنوں سے نکل کر اظہار کی نئی جہتوں کی طرف پیش رفت کرتی ہے، تو اسے ناگزیر طور پر تنقید اور تشکیک کے عمل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہی عمل دراصل کسی بھی تخلیقی صنف کی ادبی حیثیت کے ارتقاء میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔ نثری نظم بھی اسی تنقیدی عمل سے گزری ہے۔ اس کے ابتدائی مرحلے میں اگرچہ اس کے وجود کو تسلیم کرنے میں تامل رہا، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ یہ صنف اردو شاعری کے دائرۂ کار میں ایک شناخت یافتہ صورت کے طور پر سامنے آئی ہے۔

اردو تنقید میں حالیہ دہائیوں کے دوران نثری نظم کو زبان، اظہار اور تخلیقی اسلوب کے نئے تجربات کی علامت کے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ جدید تنقید نے اسے صرف فنی تجربہ نہیں بلکہ اظہار کی ایک باقاعدہ نوع کے طور پر پرکھنا شروع کیا ہے۔ یہی رجحان اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ نثری نظم، ایک مکمل شعری تجربہ ہونے کے ساتھ ساتھ اب اردو ادب میں اپنی ادبی و فکری حیثیت مستحکم کر چکی ہے۔ یوں یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نثری نظم نے اردو ادب میں اپنا وجودی مقدمہ محض پیش نہیں کیا، بلکہ بتدریج اس مقدمے کو ادبی، فکری اور تنقیدی بنیادوں پر جیت بھی لیا ہے۔ اب اس صنف پر بحث کا مرکز اس کا وجود نہیں بلکہ اس کی داخلی تنوع، فکری گہرائی اور اثر پذیری کی سطح بن چکی ہے۔ جیسا کہ انیس ناگی (6)، ''نثری نظم یا شاعری'' میں لکھتے ہیں:

> " زبان کا نامیاتی آہنگ معنی و صوت کا ایسا بہاؤ ہے جو ہر طرح کا لہجہ پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور جو صوت کو معنی کا جزو بنا کر مافی الضمیر کو اپنی گرفت میں لیتا ہے۔ اس کا وجود سیاق و سباق کی تعمیر سے پیدا ہوتا ہے جس میں نغمگی اور تنظیم کا رجحان، خارج میں موجود کسی صوتی پیرائے کی پابندی کی بجائے اندرونی حرکت سے معرضِ وجود میں آتا ہے۔"

ابرار احمد (7) اپنے ایک مضمون ''نثری نظم کا مقدمہ'' میں لکھتے ہیں:

> " آج پچاس برس گزر جانے کے بعد بھی نثری نظم کا مقدمہ لڑنے یا اس کا جواز پیش کرنے کی اگر کوئی ضرورت واقعی موجود ہے تو اسے عبرت ناک صورت حال ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ آزاد نظم کے زمانے بھی کم و بیش اسی نوع کے اعتراضات داغے گئے تھے لیکن وہ گرد نسبتاً جلدی بیٹھ گئی۔ جب کہ نثری نظم کی بابت ایسا نہیں ہوا اور مجھے ایسا ہوتا دکھائی بھی نہیں دیتا۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ یہ صنف روایتی اصناف سُخن سے انحراف کی شدید ترین صورت ہے۔ اس لیے امکان یہی ہے کہ اسے طویل عرصے تک رد و قبول کے مراحل سے گزرنا پڑے گا۔"

شمس الرحمٰن فاروقی (8) اپنے مضمون ''نثری نظم یا نثر میں شاعری'' میں لکھتے ہیں:

> " نظم و نثر کا امتیاز عروض کی حد فاصل سے نہیں کیا جانا چاہیے۔"

امریکی شاعر و نقاد لی اُپٹن (Lee Upton)(9) نے اپنے ایک مضمون میں لکھا ہے:

> "ہم ایسی تحریر کرنا چاہتے ہیں جو کسی بھی ادبی صنف یا خیال کے قرض یا پابندی سے آزاد ہو؛ یہاں تک کہ اپنی ذات اور اپنی ہی توقعات سے بھی آزاد ہو۔ تحریر کے عمل میں جو سچائی پوشیدہ ہوتی ہے، وہ اس سچائی سے کہیں بڑھ کر ہوتی ہے جو لکھی جا چکی ہو۔"

نثری نظم کے ابتدائی دور میں جب اس نئی صنفِ سخن نے روایتی شعری ڈھانچوں، بالخصوص عروضی ساخت، سے انحراف کرتے ہوئے ایک الگ طرزِ اظہار اختیار کیا، تو اسے شدید تنقیدی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ تاہم تخلیقی حرکیات اور ادبی شعور کی فطرت یہ ہے کہ وہ زمانے کی تبدیلیوں، فکری ارتقاء، اور باطنی تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر نئے راستے تلاش کرتا ہے۔ تخلیقی ناقدین نے وقت کے ساتھ اس بات کا شدت سے ادراک کیا کہ نثری شاعری محض ایک وقتی یا سطحی تجربہ نہیں بلکہ اردو ادب میں ایک ارتقائی اور فکری ضرورت کے طور پر ابھر رہی ہے۔ اس تحریک کو روکنا اب تنقید یا روایت کے زور پر ممکن نہیں رہا تھا۔ جیسے جیسے نثری شاعری نے زبان، خیال، اور اظہار کے نئے اسالیب اختیار کیے، وہ محض صنفِ نظم کا متبادل نہ رہی، بلکہ ایک علیحدہ تخلیقی وجود بن کر سامنے آئی۔ اس صنف نے خود کو ایک ایسے بیانیے کے طور پر پیش کیا جو نہ صرف خارجی حقیقت سے رشتہ قائم کرتا ہے، بلکہ داخلی کیفیات اور لاشعوری سطحوں کو بھی بلیغ اور آزادانہ طریقے سے بیان کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ تخلیقی ناقدین نے جب اس ادبی عمل کے نتائج اور اثرات کا تجزیہ کیا تو ان پر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوئی کہ نثری شاعری کا راستہ اب ادب کے عمومی دھارے سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اردو شاعری کی ساخت اور فکر کا حصہ بن چکی ہے۔ اسی مرحلے پر، جب اس صنف نے اپنے وجودی مقدمے کو آئندہ کے ادبی مکالمے اور تنقیدی مباحث میں پیش کرنا شروع کیا، تو اس کو ایک

باقاعدہ شناخت دینے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس ضرورت کے تحت اس صنف کو "نثم" کا نام دیا گیا۔ یہ اصطلاح اردو ادب میں نثری نظم کی پہچان کے لیے استعمال ہونے لگی، جو نہ صرف لسانی طور پر بامعنی ہے بلکہ اصنافِ ادب کی باہمی مماثلت اور ان کے فرق کو واضح انداز میں ظاہر بھی کرتی ہے۔ "نثم" کی اصطلاح کو غزل کے معروف شاعر ریاض مجید سے منسوب کیا جاتا ہے، جنھوں نے اس صنف کو محض ایک فنی تجربے کے طور پر نہیں بلکہ ایک فکری اظہاریہ کے طور پر تسلیم کیا۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ "نثم" کی اصطلاح خود اس تخلیقی اور فکری تسلسل کی علامت ہے، جس نے روایت سے مکالمہ کرتے ہوئے ایک نئی راہ نکالی۔ یہ اصطلاح اس بات کا اعلان ہے کہ اب اردو شاعری کے منظر نامے میں ایک ایسی صنف بھی شامل ہو چکی ہے جو نہ صرف آزاد اظہار کی علمبردار ہے بلکہ فکری گہرائی اور لسانی جدت کی نمائندہ بھی۔

ادبی منظر نامے میں کسی نئی صنفِ اظہار کا ظہور ہمیشہ فکری مباحث، تنقیدی سوالات اور تجرباتی کشمکش کے دائرے میں آتا ہے۔ اردو ادب میں "نثم" نے بھی یہی سفر طے کیا۔ ابتدا میں اس صنف کے وجود اور افادیت پر سوالات اٹھائے گئے، لیکن وقت کے ساتھ اس نے نہ صرف اپنے وجودی جواز کو منوایا بلکہ اپنے مخصوص اظہاری اسلوب، فکری ساخت اور لسانی امکانات کے باعث ایک قابلِ احترام حیثیت حاصل کر لی۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ "نثم" نے اپنا سراپا وجودی مقدمہ نہایت اعتماد سے لڑا، اور اب یہ صنف تسلیم کی سطح پر پہنچ چکی ہے۔ اگرچہ موجودہ تنقیدی منظر نامے میں مکمل ہم آہنگی اور اتفاقِ رائے ابھی حاصل نہیں ہو سکا، لیکن "نثم" کے حوالے سے جاری تنقید اب محض "تنقید برائے تنقید" کی صورت اختیار کر چکی ہے۔ ابتدائی انکار، حیرت اور اجنبیت کی فضا اب قدرے تحلیل ہو چکی ہے، اور "نثم" کو اردو شاعری کی ایک فعال اور تجرباتی صنف کے طور پر تسلیم کیا جا چکا ہے۔ لفظ کی حرکیات، داخلی تاثر، اور خیال کی شدت کے ذریعے "نثمیہ شاعری" نے تخلیقی اظہار کی ایک نئی جہت کو آشکار کیا ہے، جس میں نہ صرف انفرادیت کا عنصر نمایاں ہے بلکہ فکری گہرائی اور داخلی تاثر کی تہہ داری بھی موجود ہے۔ بین الاقوامی لغوی و ادبی حوالوں سے بھی اس صنف کی مماثلت تسلیم کی جا رہی ہے۔ آکسفورڈ انگلش ڈکشنری میں "نثر میں تحریر کا ایک ٹکڑا جس میں شاعرانہ اوصاف مثلاً شدت، بحر، ردھم، حد بندی، اور منظر کشی موجود ہو" کے طور پر جس قسم کے ادب کا ذکر ہے، وہ "نثم" کی تکنیکی اور اسلوبی شناخت سے مطابقت رکھتا ہے۔ مریم ویبسٹر ڈکشنری میں اسے "نثری تخلیق جس میں شاعرانہ خصوصیات بھی دکھائی دیں" کہا گیا ہے، جب کہ امریکن ہیریٹیج ڈکشنری اسے "نثری تحریر جس میں شاعرانہ صفات جیسے مرتکز اظہار اور وشد امیجری (vivid imagery) شامل ہوں" کے طور پر بیان کرتی ہے۔ اس کے علاوہ فارسی زبان کی معروف لغت، "لغت نامۂ دہخدا" میں "نثم" کو باقاعدہ طور پر شامل کیا جا چکا ہے، جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ اصطلاح صرف اردو ہی نہیں بلکہ وسیع تر ادبی و لسانی سیاق میں پہچانی جا رہی ہے۔ اس لغت میں "نثم" کو ایسی نثری ساخت کے طور پر بیان کیا گیا ہے جس میں شعری حسیت، صوتی توازن، اور فکری بندش کے عناصر موجود ہوں۔

فارسی کی مشہورِ زمانہ لغت، ''لغت نامہ؛ دھخدا'' میں ''نثم'' کا لفظ یُوں شامل ہو چکا ہے:

''نثم: (ن)(اِ) در تداول اخیر، کلامی را گویند کہ نہ بہ نظم شباہت داشتہ باشد و نہ بہ نثر، و متتبعان اشعار عروضی آثار گویندگان (شعر سفید) را نثم نامند''۔(10)

انیسویں اور بیسویں صدی کے سنگم پر مغرب میں جو ادبی تخلیقات منظرِ عام پر آئیں، اُن میں صنفی حدود کی تحلیل اور اظہاری تجربات کی توسیع ایک نمایاں رجحان کے طور پر ابھری۔ اس دور میں "پوئیٹک پروز (Poetic Prose) "اور "سپیچ ردھم (Speech Rhythm) "جیسی اصطلاحات رائج ہو چکی تھیں، جو تحریری اظہار کو صرف روایتی نظم یا نثر تک محدود نہیں رکھتیں بلکہ ان کے مابین ایک نیا شعری فضاء اور فکری لچک متعارف کرواتی ہیں۔ یہ اسلوبی اور فکری تغیر صرف مغرب تک محدود نہیں رہا بلکہ اس کے تانے بانے جاپان کے سترہویں صدی کے عظیم شاعر ماٹسو باسو (Matsuo Bashō) کے شاعرانہ نظامِ اظہار سے بھی جڑتے ہیں، جن کی "ہائیکو" طرزِ شاعری نے اختصار، تصویریت اور داخلی کشف کے ذریعے عالمی شعری روایت پر گہرا اثر چھوڑا۔ ادب میں نثری اظہار کی شعری جہات کو مربوط کرنے کی شعوری کوششوں میں فرانس کا کردار نمایاں رہا ہے۔ فرانسیسی ادب میں شاعرانہ نثر (Prose Poétique) کے تجربات بتدریج نثری شاعری (Prose Poetry) اور پھر آزاد نظم (Free Verse)

کی صورت میں سامنے آئے۔ ان تجربات نے صنفِ نظم کو عروضی قید سے آزاد کر کے اظہار کی نئی راہیں فراہم کیں، جن میں ساخت سے زیادہ کیفیت، موسیقیت سے زیادہ معنویت اور عروض سے زیادہ لسانی خود مختاری اہم بن گئی۔

اردو ادب ایک ایسا تخلیقی نظام رکھتا ہے جس میں بیرونی اثرات کو اپنانے، جذب کرنے اور پھر اپنے فکری سانچے میں ڈھالنے کی گنجائش ہمیشہ سے رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اردو شعری روایت میں "رومانوی تحریک"، "علامتی شاعری"، "ترقی پسند ادب"، اور دیگر عالمی تحریکات نے اپنے اثرات چھوڑے۔ نثری شاعری بھی اسی خارجی اثر اور داخلی ضرورت کے امتزاج سے اردو ادب میں داخل ہوئی، لیکن یہاں صورت حال کچھ پیچیدہ اور منفرد رہی۔ جہاں بعض ناقدین نے نثری شاعری کی پیدائش کو مغربی اثرات کا نتیجہ قرار دیا، وہیں "نثم" کی صورت میں اردو نے اس صنف کو ایک خالص داخلی اور تخلیقی تجربے کے طور پر اخذ کیا، جو محض تقلید نہیں بلکہ ایک تخلیقی اشتقاق (Creative Derivation) ہے۔ یہاں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ جب "نثم" کی داخلی ساخت اور تاریخی بنیادوں کی تلاش میں قدیم متون اور روایتوں کا جائزہ لیا گیا تو وہاں سنسکرتی ادب میں اس نوع کی نثری نظم کے کئی شواہد سامنے آئے۔ کہیں یہ اشارے مبہم اور پس منظر میں تھے تو کہیں بہت واضح، مربوط اور باقاعدہ شعری اظہار کے طور پر موجود۔ اس سے یہ بات اخذ کی جاسکتی ہے کہ نثری نظم کا تصور محض مغرب کا عطیہ نہیں بلکہ مشرقی ادبیات میں بھی اس کی جڑیں گہری رہی ہیں، جنہیں بعد ازاں اردو شعری ذوق نے "نثم" کی شکل میں ایک بامعنی اور موزوں صورت عطا کی۔۔

عبدالسمیع (11) نثری نظم کے ابتدائی خدوخال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "نثری نظم کے شجرۂ نسب دنیا کے قدیم ادب سے ملتی ہیں۔ بہت سی دیومالائیں لوک داستانیں اور کئی سو سال قبل مسیح کے طویل رزمیے اپنے شاعرانہ آہنگ، ہیئت اور اسلوب میں نثری نظم کے قریب تر ہیں۔ قدیم ویدوں اور سنسکرت ادب سے بھی اس کے ڈانڈے ملائے جاتے ہیں۔"

اردو ادب میں نثری نظم کی ابتداء ایک فکری اور اسلوبی تجربے کے طور پر سامنے آئی، جس کا بنیادی محرک روایتی عروضی نظام سے بغاوت اور اظہار کی نئی راہوں کی تلاش تھا۔ تاہم، اس صنف کی قبولیت کا سفر نہایت پرخار اور تنقید سے لبریز رہا۔ ابتدا میں نثری نظم کو اردو شاعری کے روایتی سانچوں سے انحراف سمجھا گیا اور اسے "ادبِ لطیف" کے ذیل میں محض فکری یا جمالیاتی مشق کے طور پر برتا گیا۔ متعدد نقادوں نے اس صنف کو مغرب زدہ انہدامی مظہر قرار دے کر اس کی شدید مخالفت کی، اور اسے اردو شعری روایت کے لیے غیر موزوں قرار دیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ نثری نظم کا تجربہ اردو زبان میں قطعی نیا نہیں تھا۔ اس صنف کے ابتدائی نقوش بیسویں صدی کی ابتدا میں ہی ابھرنے لگے تھے، جب حکیم محمد یوسف حسن نے "نیرنگ خیال" کے تحت "پنکھڑیوں" کے عنوان سے نثری اظہار کو ادبی سطح پر پیش کیا۔ اسی طرح وزیر آغا نے نثری نظم کو "ادبِ لطیف" کی اصطلاح کے تحت تسلیم کیا اور اسے اپنی ادبی مجلہ "اوراق" کا حصہ بنایا۔ ان ابتدائی تجربات نے نثری نظم کے وجود کو کم از کم ایک فکری تجربے کے طور پر اردو ادب میں جگہ دینے کی بنیاد فراہم کی۔ نثری نظم کا باقاعدہ شعری سفر تاہم جدید نظم کی تحریک کے بعد شروع ہوتا ہے، جب تخلیق کاروں نے صرف نظم کے موضوع ہی نہیں بلکہ اسلوب، ساخت اور اظہار کی لسانی آزادی پر بھی سوال اٹھانے شروع کیے۔ اس تناظر میں، نثری نظم ایک ایسی تخلیقی صنف کے طور پر سامنے آئی جو داخلی کیفیات، تجریدی مفاہیم، اور غیر روایتی امیجز کے ذریعے شاعر کا وجدان بیان کرنے کی پوری قوت رکھتی تھی۔ یہی وہ نقطہ تھا جہاں سے "نثری نظم کی تحریک" نے جنم لیا اور آگے چل کر "نثم" کی صورت میں ایک شناخت حاصل کی۔ خصوصاً پاکستان میں نثری نظم کے فروغ میں کئی اہم نام سامنے آئے۔ ریاض مجید، جنہیں "نثم" کی اصطلاح وضع کرنے کا اعزاز حاصل ہے، کے ساتھ ساتھ نصیر احمد نصیر، علی محمد فرشی، اور دیگر شعراء نے اس صنف کو خالص ادبی سطح پر استوار کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان تمام تخلیق کاروں کی کوششوں نے نثری نظم کو ایک رسمی، فکری اور جمالیاتی مقام عطا کیا، جو اب محض تجربہ نہیں بلکہ اردو شاعری کا ایک معتبر حوالہ بن چکا ہے۔ یہ سفر، جو ابتدا میں محض انکار واستہزا کی گرد میں لپٹا ہوا تھا، وقت کے ساتھ ساتھ تسلیم و تفہیم کی روشن راہوں تک پہنچا۔ آج اگر ہم منصف ہاشمی کے مجموعہ "عشق" تک پہنچتے ہیں، تو یہ صرف ایک تخلیق تک رسائی نہیں بلکہ "نثم" کے اس شعری سفر کا تسلسل ہے، جس میں ہر پڑاؤ پر

فکری اجتہاد، لسانی تجربہ، اور تخلیقی وجدان نے مل کر نثری نظم کو ایک مستقل شعری شناخت دی ہے۔ یہی وہ سفر ہے جو "نثم" کو صرف نثری نظم سے ایک الگ، خود مختار، اور داخلی سطح پر جواز یافتہ شعری تجربہ بناتا ہے؛ ایک ایسا تجربہ جو اردو ادب میں اب اپنی جگہ مستحکم کر چکا ہے۔

اردو ادب کی تخلیقی جہات میں "نثم" ایک ایسا ادبی مظہر بن کر سامنے آئی ہے جس نے اپنے وجود کے جواز سے زیادہ اپنے اثبات کی جنگ لڑی ہے۔ یہ جنگ محض صنف کے تعین یا ہیئت کی تفہیم کی نہیں بلکہ ایک مکمل ادبی شناخت کی تھی۔ اس کی بنیاد کسی وقتی ادبی مہم یا ساختی تجربے پر نہیں، بلکہ ایک گہرے فکری شعور، جمالیاتی تقاضے اور اندرونی تخلیقی دباؤ پر ہے، جو مروجہ ہیئتوں کے دائرے سے باہر اظہار کا متقاضی تھا۔ "نثم" نے روایت کے ساتھ محاذ آرائی کی بجائے ایک متبادل راستہ اختیار کیا، جو نہ صرف فکری سطح پر واضح اور منظم ہے بلکہ اس میں اسلوبیاتی ندرت اور لسانی بصیرت بھی شامل ہے۔ اس نے شاعری کی داخلی ساخت کو عروضی بندشوں سے آزاد کر کے، لفظ اور خیال کے امتزاج کو ترجیح دی، اور معنی کی پرتوں کو سلیقے سے اجاگر کیا۔ یہی سبب ہے کہ "نثم" اب محض تجربہ نہیں بلکہ تخلیقی رجحان اور فکری سمت کی حیثیت اختیار کر چکی ہے۔ اگرچہ "نثم" کو مکمل قبولیت تک پہنچنے کے لیے وقت درکار رہا، لیکن اس صنف نے جس استقامت سے ادبی رویوں، تنقیدی اصولوں اور فکری معیارات کا سامنا کیا، وہ اس کی تخلیقی مضبوطی کا مظہر ہے۔

حوالہ جات وحواشی:

1. راحیل فاروق، تخلیقِ فن: ایک نامیاتی نظریہ، اردو گاہ۔ برقی بیاض، دہلی، 2017ء، ص 1-5۔
2. کارل گستو جنگ The Spirit of Man in Art and Literature، (فلوریڈا: ٹیلر اور فرانسس کمپنی، 2014ء)، ص 56۔
3. فروغ، رئیس (1979ء)، "مقدمہ"، مشمولہ: "نثری نظم کی تحریک"، مرتبہ: مخدوم منور، کراچی، ادبی معیار پبلی کیشن، ص 7۔
4. انیس ناگی، نثری نظمیں (لاہور، مکتبہ جمالیات، 1981ء)، ص 9۔
5. پرسی بش شیلی، A Defence of Poetry (انڈیانا: بوبز میرل کمپنی، 1904ء)، ص 15۔
6. انیس ناگی، نثری نظمیں (لاہور، مکتبہ جمالیات، 1981ء)، ص 22۔
7. احمد، ابرار (2018ء)، "نثری نظم کا مقدمہ"، مشمولہ: ادب نامہ، حاصل کردہ: https://www.urdukaynaat.in/2024/06/nasri-nazm
8. خواجہ، مشفق (2914ء)، " خامہ بگوش کے قلم سے"، مرتبہ: مظفر علی سیّد، دہلی، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، ص 203۔
9. لی اپٹن، Structural Politics: The Prose Poetry of Russell Edson (جارجیا: جنوبی اٹلانٹک ماڈرن لینگویج ایسوسی ایشن، 1993ء)، ص 101۔
10. علی اکبر دھخدا، لغت نامہ دھخدا (تہران: تہران یونیورسٹی پبلیکشنز، 1998ء)، ص: 22340۔
11. عبدالسمیع، اردو میں نثری نظم (دہلی: ادارۂ تحقیق، 2014ء)، ؛ص ۵۴۔